کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ رجب علی مرتد مسلمان تھا۔ جس نے عیسائیت کی نشر و اشاعت کیلئے لکھنؤ سے "شمس الاخبار" جاری کیا تھا۔ گارسن دتاسی نے اپنے مقالات میں ایک اخبار کا "انعام عام" پر تبصرہ نقل کیا ہے۔ تبصرہ نگار لکھتا ہے :

آئینۂ اسلام میں مشنریوں نے مسلمانوں میں ۱۵۰ فرقے گنے ہیں اور لکھا ہے کہ شروع اسلام ہی سے یہ حال تھا اور ان کا دعویٰ ہے کہ عیسائی فرقوں کا یہ حال نہیں۔ مصنف نے ان اعتراضات کا مکمل اور فیصلہ کن جواب دیا ہے۔ مشنریوں نے غلط طور پر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ان فرقوں میں سے آٹھ خدا نہیں مانتے ۱۴ رسول اور پندرہ قرآن کو نہیں مانتے۔ اور ۳۷ حلقۂ اسلام سے بالکل خارج ہیں۔ مولوی صاحب نے جواب میں دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ عیسائیوں میں اٹھاسی فرقے موجود ہیں۔ جن میں سے چھ روح القدس کو نہیں مانتے۔ پچیس[۲۵] حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے قائل نہیں۔ سولہ[۱۶] عہد نامہ جدید و قدیم کے آسمانی کتاب ہونے پر ایمان نہیں لاتے اور باقی پینسٹھ فرقے ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں مصنف نے ان کتابوں کے حوالے دئے ہیں جن کا مستند ہونا مسلّم ہے۔ مصنف نے جو محنت برداشت کی ہے۔ اس کی تحسین ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے لئے انہوں نے مختلف زبانوں کی کتابوں کے حوالے جمع کئے ہیں۔ برخلاف اس کے "آئینۂ اسلام" میں جن کتابوں کے حوالے دئے گئے ہیں۔ صفحات و سطور کی وضاحت نہیں کی گئی۔ لیکن ابوالمنصور کی تصنیف میں صفحات، سطور اور جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کی اشاعت اور مقام کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ جس سے اس کتاب کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے[۱۴]۔

۸۔ افحام الاسلام۔ پادری راجرس کی تالیف "تفتیش الاسلام" پر تنقید ہے۔

۹۔ میزان المیزان۔ پادری فینڈر نے "میزان الحق" کے نام سے اسلام کے خلاف کتاب لکھی معاصر علماء نے اس کے جوابات لکھے اور مناظرے کئے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے "اظہار الحق" کے نام سے وہ معرکۃ الآرا جواب لکھا تھا۔ جس پر تبصرہ کرتے ہوئے "لندن ٹائمز" نے لکھا کہ "اگر یہ کتاب چھپتی رہی تو عیسائیت کی ترقی رک جائے گی۔" تاہم مسلمان علماء نے اس کتاب کے مختلف اوقات میں کئی جواب لکھے۔ ان میں سے ایک "میزان المیزان" ہے۔

۱۰- مصباح الاسرار - پادری فنڈر کی دوسری معروف کتاب "مفتاح الاسرار" ہے جس میں الوہیت مسیح اور تثلیث پر بحث کی گئی ہے۔ پادری فنڈر کا جواب اس کے معاصر مولانا محمد ہادی لکھنوی نے "کشف الاستار" کے نام سے لکھا تھا۔ بعد میں مولانا ابوالمنصور نے "مصباح الاسرار" کے نام سے جواب لکھا۔

۱۱- رقیمۃ الوردو - پادری صفدر علی نے "نیا زمانہ" کے نام سے اسلامی عقائد پر تنقیدی کتاب لکھی۔ "رقیمۃ الوردو" اسی کا جواب ہے۔

۱۲- حرز جان - ڈپٹی عبداللہ آتھم کے رسالہ "اصلیت قرآن" کا جواب ہے۔

۱۳- تبیان - اہل عیسائیت کے بارہ سوالوں کے جواب لکھے ہیں۔

ابوالمنصور دہلوی مرحوم سے تردید عیسائیت کا یہی لٹریچر یادگار نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ ان کے بیسیوں مضامین اور کتابچے ہیں۔ مگر ان کی معرکہ آرا تالیف فارسی زبان میں قرآن حکیم کی تفسیر "تجمیل التنزیل" ہے۔ تفسیر میں احادیث صحیحہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور آریوں، عیسائیوں اور مسلمان متجددین کے افکار کا جواب دیا گیا ہے۔

کتابیات :- تذکرہ علمائے ہند - مولوی رحمٰن علی محقق محمد ایوب قادری۔

۲- مقالات گارسن دتاسی - گارسن دتاسی۔

۳- صلیب کے علمبردار - پادری برکت علی۔

تربیت دعوت وارشاد

نئے تعلیمی سال سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں ایک نئے درجہ کا اجراً کیا جا رہا ہے۔ اس درجہ میں دعوت وارشاد کی تربیت کے علاوہ حجۃ اللہ البالغہ، مقدمہ ابن خلدون، الاتقان پڑھائی جائیں گی۔ نیز انگریزی زبان کی بھی تعلیم دی جائے گی۔ مستند اور معیاری مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ داخلہ کی درخواستیں ۱۰ شوال تک "دفتر تعلیمات مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں پہنچائیں۔ درخواست میں اپنی پوری تعلیمی کیفیت درج کی جائے۔ داخلہ کیلئے انٹرویو ہوگا۔ اور انٹرویو میں ناکام امیدواروں کو واپسی کرایہ دیا جائیگا۔ کامیاب طلبہ کو مبلغ -/۷۰ روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے گا جس میں سے -/۳۰ روپے طعام کے وضع کئے جائیں گے۔ اس درجہ میں صرف دس طلبہ داخل ہونگے۔ نیز مدرسہ میں ابتدائی چار درجوں کا داخلہ بالکل بند ہے۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن - کراچی ۵

ڈاکٹر محمد ریاض، استاد سنٹرل گورنمنٹ کالج
اسلام آباد

شرف النساء بیگمؒ
اور
علامہ اقبالؒ

شرف النساء بیگم اٹھارویں صدی عیسوی میں لاہور کی ایک جرأت مند، متقی اور صاحب فقر خاتون تھیں۔ علامہ اقبال نے جاوید نامہ کے حصہ آنسوئے افلاک میں جنت الفردوس کے "ذوق بیدار" اور "عالم لازوال" والے ایمان پرور ماحول میں پہلا ہی عنوان "قصر شرف النساء بیگم" (ص ۱۸۱ تا ۱۸۳ کے ۱۴ اشعار) رکھا ہے۔ فکر اقبال نے اس قصر کو "لعل ناب" سے مرتب دکھایا ہے۔ شاعر مشرق کے استفسار پر مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ: اس قصر کی صاحبہ شرف النساء بیگم رحمۃ اللہ علیہا ایک غیر معمولی متقی، غیور اور بافقر خاتون تھی۔ خطہ لاہور میں ایسی عفیفہ کے مزار کی موجودگی نے اس شہر کے احترام میں اضافہ کیا ہے۔ مگر لوگ ابھی اس کے مقام و مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ حاکم پنجاب کی یہ صاحبزادی، ذوق و شوق اور درد و داغ کا مجسمہ تھی۔ خانوادۂ نواب عبدالصمد خان کے اس برگزیدہ نے اسلامی فقر و درویشی کے امٹ نقوش یادگار چھوڑے ہیں۔ یہ خاتون تیغ بہ کمر رہتی اور قرآن مجید کی معنی نیز تلاوت سے بے انتہا شغف رکھتی تھی۔ مرتے وقت اس نے اپنی والدہ سے وصیت کی کہ میرے مزار پہ قرآن مجید اور شمشیر براں کو محفوظ رکھا جائے اور گنبد و قندیل کو زینت مزار بنانے کی ضرورت نہیں۔ اس وصیت کے مطابق قرآن مجید اور شمشیر مدتوں ان کے مزار پہ موجود رہے مگر "سکھا شاہی عہد" کے آخری سالوں (۱۸۴۰ــــ ۱۸۴۹ء) میں پنجاب کی تاخت و تاراج کی گرم بازاری کے دوران سکھوں نے مزار کی ان چیزوں کو نابود کر دیا۔ سکھوں کی تاخت و تاراج اور سفاکیوں کا دور تاریخ پنجاب کا عبرتناک دور ہے۔ (اشعار کی تحلیل)

اقبالؒ کے اشعار کے تجزیہ سے واضح ہے کہ انہیں شرف النساء کی تابناک زندگی نے متاثر کیا تھا۔ قرآن مجید مسلمانوں کا ابدی دستور حیات ہے، شمشیر، اعلائے کلمۃ اللہ اور جہاد اسلامی کا مظہر

ہے، دماغی اور اصلاحی۔ اقبال یہاں فرماتے ہیں ؂

این دو قوت حافظ یک دیگر اند　　کائنات زندگی را محور اند

جاوید نامہ میں ہی "خطاب بہ جاوید (سخنی بہ نژاد نو)" کے تحت آپ نے سلطان مظفر بیگ گم کی تعقوبی شعاری کے ذکر میں (ص ۲۴۰) فرمایا ہے ؂

مرد مومن را عزیزا اے نکتہ رس　　چیست جز قرآن و شمشیر و فرس

مثنوی "پس چہ باید کرد" میں (ص ۲۶-۲۷) "فقر" کا عنوان قرآن و شمشیر سے اقبال کی وابستگی کا مظہر ہے ؂

فقر قرآن احتساب ہست و بود　　نی رباب و مستی و رقص و سرود

فقر کافر خلوت دشت و در است　　فقر مومن، لرزۂ بحر و بر است

وای ما، وای این دیر کہن　　تیغ لا در کف نہ تو داری نہ من

تا کجا بی غیرت دین زیستن　　ای مسلمان ننگ است این زیستن

قرآن مجید و شمشیر کے اسی سیاق میں آپ شرف النساء بیگم کے بارے میں فرماتے ہیں ؂

آن فروغ دودۂ عبد الصمد　　فقر او نقش کہ ماند تا ابد

تا ز قرآن پاک می سوزد وجود　　از تلاوت یک نفس فارغ نبود

در کمر تیغ دو رو، قرآن بدست　　تن بدن ہوش و حواس اللہ مست

خلوت و شمشیر و قرآن و نماز　　ای خوش آن عمری کہ رفت اندر نیاز

عمرہا در زیر این زریں قباب　　بر مزارش بود شمشیر و کتاب

مرقدش اندر جہان بے ثبات　　اہل حق را داد پیغام حیات

<u>شرف النساء بیگم کا تعارف</u> جاوید نامہ کی اشاعت کے زمانے میں، علامہ اقبال کے ایما پر چودھری محمد حسین مرحوم نے "جاوید نامہ پر ایک نظر" کے زیر عنوان ایک مبسوط مقالہ لکھا جو "نیرنگ خیال اقبال نمبر ۱۹۳۲ء" اور اس کے بعد متعدد کتابوں کی ذیل میں چھپ چکا ہے۔ اس تاریخی مقالہ میں شرف النساء بیگم کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے ہم اس کے چند اقتباسات نقل کر کے ضمنی باتوں کی توضیح کریں گے۔

شرف النساء بیگم، نواب خان بہادر خان کی بیٹی اور نواب عبد الصمد خان کی پوتی تھی۔ یہ دونوں باپ بیٹے بہادر شاہ اول شاہ عالم اور فرخ سیر نیز ان کے جانشینوں کے عہد حکومت

میں پنجاب کے حاکم رہے۔ عبدالصمد خان وہی ہیں جنہوں نے پنجاب میں بندہ بیراگی کے عظیم فتنے کو دبایا اور اس فتنہ گر کو گرفتار کر کے دہلی پہنچایا۔ نواب عبدالصمد خاں اور اس کے بیٹے نواب خان بہادر خاں کی قبریں بیگم پورہ میں چار دیواری کے اندر موجود ہیں —— انہی مقبروں میں شرف النساء بیگم کا مقبرہ بھی ہے۔

شرف النساء بیگم نے محلات شاہی کے احاطے میں ایک چبوترہ بنوا رکھا تھا جس پر سیڑھی لگا کر چڑھا جاتا تھا۔ اس خاتون کا معمول تھا کہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد جوتا اتار کر اس چبوترہ پر بیٹھ جاتیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتیں۔ وہاں ایک مرصع تلوار رکھی تھی، جب تلاوت ختم کر لیتیں تو قرآن حکیم کو بند کر کے وہیں پڑا رہنے دیتیں اور مرصع تلوار اس کے ساتھ رکھ کر نیچے اتر آتیں ——

مرتے وقت انہوں نے وصیت کی کہ وہ اسی چبوترہ پر دفن کی جائیں اور قرآن حکیم و شمشیر کو ان کی مرقد پر ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ انہیں وہیں دفن کیا گیا۔ اور بعد میں مذکورہ چبوترہ پر گنبد بنایا گیا —— مقبرہ کی بالائی دیواروں کے باہر سرو کے درخت ہیں۔ اور ان کی وجہ سے لوگ اب اس مقبرے کو سرو والا مقبرہ کہتے ہیں —— شرف النساء بیگم کی وصیت کے مطابق قرآن مجید اور تلوار ایک مدت تک ان کی قبر پر محفوظ رہے۔ لیکن انیسویں صدی کے وسط میں سکھوں کی خانہ جنگی کے دوران کسی حریص، سکھ سردار نے یہ سوچ کر کہ اس دو منزلہ مقبرے میں کوئی خزانہ مدفون ہوگا۔ اسے کھول ڈالا۔ قرآن مجید اور شمشیر اس سے ہٹا ڈالیں اور کچھ ہاتھ نہ لگا۔

جاوید نامہ میں یہی ایک مقام ہے جہاں پنجاب کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک دردناک باب اشاروں میں پیش کر دیا گیا ہے ... الخ

توضیح | گذشتہ اقتباس میں بیگم مرحومہ کے والد کا نام "نواب خان بہادر خان" لکھا گیا ہے۔ اس سے مراد نواب خان بہادر خان سیف الدولہ دلیر جنگ زکریا خاں ہیں۔ آپ نواب سیف الدولہ عبدالصمد خان دلیر جنگ احراری سمرقندی، حاکم پنجاب (لاہور و ملتان) وکشمیر کے فرزند تھے والد کی وفات کے بعد آپ نے حاکم پنجاب کا عہدہ سنبھالا اور اپنی وفات (اول جمادی الثانی ۱۱۵۸ھ یکم جولائی ۱۷۴۵ء) تک نہایت استعداد اور دور اندیشی سے فرائض انجام دیے ہیں۔ اشعار اقبال میں چونکہ نواب عبدالصمد کا نام آیا، اور ان کے کارنامے دیگر توضیحات سے مربوط ہیں۔ اس لئے ہم پہلے ان کا ذکر کرتے ہیں۔

عبدالصمد خاں، سمرقند اور بقول بعض بخارا کے رہنے والے تھے[۲] کہا جاتا ہے کہ وہ مشہور

عارف خواجہ محمود خاوندؒ متوفی ۱۵۵۵ء ملقب "حضرت ایشان" کے مزار واقع لاہور کی زیارت کرنے آئے اور بعد میں یہیں رہ گئے[۱۳] وہ مغل حکام اور شاہزادوں کی ملازمت کرتے کرتے اس درجہ ترقی کر گئے کہ فرخ سیر (۱۷۱۲ - ۱۷۱۹ء) نے ۱۷۱۳ء میں انہیں پنجاب کا حاکم مقرر کر دیا۔ اگلے سال بدنام سکھ فتنہ گر بندہ بیراگی نے پنجاب اور اس کے نواح میں تاخت و تاراج کا بازار گرم کیا۔ اُسے مسلمانوں سے بے حد عداوت تھی۔ بچوں اور عورتوں کا اغوا، حاملہ عورتوں کے شکم چاک کروانا، مساجد کی مسماری اور مسلمانوں کی نعشوں تک کو قبر سے نکال کر ان کی بے حرمتی کرنا، اس کا معمول بن چکا تھا۔[۱۴]

نواب عبدالصمد خان نے دہلی کی مرکزی حکومت کی فوج کی کمک سے بندہ بیراگی سے کئی لڑائیاں لڑیں۔ اور آخر دسمبر ۱۷۱۵ء میں اُسے گرفتار کروا کے دہلی بھیجا تھا۔ وہاں اُسے قید رکھا گیا۔ اور ۱۹ جون ۱۷۱۶ء کو عبرتناک طریقے سے قتل کیا گیا جس کی تفصیل سیر المتاخرین حصہ اول میں دیکھی جا سکتی ہے۔ نواب عبدالصمد خان کی اہلیت کے ذکر کے طور پہ اس امر کو بیان کر دیا جائے کہ بندہ کی فتنہ گری کے زمانے میں انہیں خاص طور پہ کشمیر سے بلایا گیا تھا۔ نواب موصوف ان دنوں وادی جموں و کشمیر کی امارت بھی سنبھالے ہوئے تھے۔ اور ان کے فرزند نواب زکریا خان حکومت پنجاب کے معاملے میں ان کی نیابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

بندہ بیراگی سے نمٹنے کے لئے پنجاب کی طرف کوچ کرتے وقت، نواب نے غلام عارف خان کو کشمیر میں اپنا نائب الامور بنایا تھا۔[۱۵] بندہ بیراگی کے فتنے کے خاتمے کے بعد آپ پنجاب میں ہی رہے۔ مگر سلطان ناصرالدین محمد شاہ رنگیلا (۱۷۱۹ - ۱۷۴۸ء) کے عہد میں ۱۷۲۰ سے ۱۷۲۳ء تک آپ نے وادی جموں و کشمیر کی نظامت کا اضافی عہدہ دوبارہ سنبھالا ہے۔[۱۶] نواب عبدالصمد خان نے ۲۸ ربیع الاول ۱۱۰۰ھ / ۲۶ جولائی ۱۷۳۷ء کو وفات پائی اور مذکورہ درویش خواجہ محمود خاوندؒ کے مزار واقع لاہور کے پہلو میں دفن ہوئے۔

نواب عبدالصمد ایک جنگجو اور اعلیٰ انتظامی قابلیت کے حامل ہی نہ تھے، وہ دور اندیش اور معارف پرور بھی تھے۔ فارسی کا مشہور ہندو شاعر انندرام مخلص سودھری سیالکوٹی (۱۱۶۴ھ/۱۷۵۱ء) جو مرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی اور سراج الدین خان آرزو جیسے فضلا سے اپنے اشعار میں اصلاح لیتا رہا۔ نواب عبدالصمد خان کا وکیل تھا۔ اور موصوف کی سرپرستی میں رہا ہے۔ نواب نے اُسے "رائے رایان" کا لقب دے رکھا تھا۔[۱۷] اتفاق سے اس شاعر کے کلام سے اقبال کو بھی دلچسپی تھی۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مجلہ مخزن میں ایک مقالہ "قومی زندگی" لکھنے میں انہوں نے مخلص کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے ؎

نیست جرأت بعرض حال مرا گلہ مندم زبی زبانیہا

نواب عبد الصمد خان کی زوجہ بیگم جان امور ملکی اور رفاہی کاموں میں بڑی دلچسپی لیتی تھی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ لاہور کا محلہ بیگم پورہ موصوفہ کے نام پر آباد کیا گیا تھا۔

نواب زکریا خان | نواب ایک با استعداد اور دور اندیش شخص تھا۔ وہ راتوں کو بھیس بدل کر گشت کرتا مظلوموں کی شکایات سنتا اور ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچاتا تھا۔ نواب خان بہادر زکریا خان نے فرقہ وارانہ فسادات اور غیر مسلموں کی سفاکیوں سے قطع نظر، بڑی رواداری اور انصاف دوستی کے ساتھ حکومت کی ہے۔[۹] اس کے دور کا ایک بڑا واقعہ نادرشاہ افشار ایرانی کا حملہ ہے۔ (۱۷۳۹ء میں) نواب زکریا نے مرکزی دولت مغلیہ کو نادرشاہ کے مقابلے کی خاطر متوجہ کیا مگر وہاں نظام الملک آصف جاہ اور اس کے بیٹوں نے "محمد شاہ" کو "ناصر الدین غازی" کا لقب دے کر عملاً "رنگیلا" بنا رکھا تھا۔ مقابلہ کون کرتا۔ شکست آمیز جنگ کا نتیجہ دیکھنے سے قبل ہی نواب زکریا خان نے نادرشاہ سے صلح کی گفتگو کی، تحائف نذر کئے اور اس طرح گہوارہ علم و ادب لاہور کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔[۱۰] نواب زکریا خان کا یہ عمل ہمیں حاکم شیراز ابوبکر بن سعد زنگی اتابک (۶۲۳ - ۶۵۸ھ) اور سلطان کشمیر اسکندر بت شکن (۷۹۶ - ۸۲۰ھ) کی یاد دلاتا ہے۔ مقدم الذکر نے ہلاکو سے اور موخر الذکر نے امیر تیمور سے اپنے علاقے کو بچا لیا تھا۔

نواب زکریا خان کے بعد ان کے بھائی نواب یحیٰی خان اور نواب شاہنواز خان یکے بعد دیگرے سرزمین پنجاب کے حاکم رہے۔ ان کے تیسرے بھائی کا نام مومن تھا۔ نواب زکریا کے بھائیوں کے دور نظامت میں سکھوں مرہٹوں نے زور پکڑ لیا تھا۔ ان کے فتنوں کو روکنے کی خاطر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)[۱۱] اور بقول بعض نواب شاہنواز خان نے بھی احمد شاہ ابدالی درانی کو پنجاب اور اس کے نواح پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔[۱۲] احمد شاہ نے برصغیر پر دس بار حملہ کیا۔ پہلے حملہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں لاہور کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ اس کا چھٹا حملہ پانی پت کی تیسری لڑائی (۱۷۶۱ء) کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں مرہٹوں کو بے حد نقصان پہنچا مگر چونکہ ابدالی افغانستان کو لوٹ گئے اور مقامی مسلمان خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے۔ اس لئے پہلے بعض افغانوں غارتگروں نے اور پھر سکھوں نے سرزمین پنجاب کو تاخت و تاراج کیا۔

سکھا شاہی دور | احمد شاہ ابدالی کے کابل چلا جانے کے بعد ۱۷۶۲ء میں سکھوں نے سرہند کے حاکم زین خان کو قتل کر دیا۔ اور اس علاقے پر متصرف ہو گئے۔ سرہند کے بعد سکھوں نے لاہور پر قبضہ جما لیا۔ انہوں نے افغانوں کو اپنی وفاداری اور باجگذاری کا یقین دلایا۔ ۲۰ سال کی باجگذاری کے بعد